© rasailojaraid.com

اداریہ

"آل پاکستان کیٹیکیٹکل کانفرنس" [ملتان: ۲۶-۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء] میں اکیسویں صدی کے تقاضوں کے حوالے سے مسیحی تعلیم پر غور و فکر اور گفت و شنید جس نتیجے پر پہنچی تھی، اس کا اظہار کانفرنس کی قرارداد اور اس میں منظور شدہ سفارشات سے ہوتا ہے جو زیرِ نظر شمارے میں نقل کی جا رہی ہیں۔ کانفرنس کی سفارشات اور روداد سے کیتھولک مذہبی رہنماؤں کی سوچ کا انداز واضح ہے کہ

— ملکِ عزیز میں نفاذِ اسلام کا عمل اُنھیں پسند نہیں تاہم وہ اسے ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ انھیں اس امر کا احساس بھی ہے کہ "مسیحیت کے برعکس اسلام میں ریاست اور مذہب الگ الگ نہیں - گ اسلامی ماحول صرف روزہ، نماز اور چند ایک مذہبی روایات سے تشکیل نہیں پاتا بلکہ ایک مکمل اسلامی ماحول کی سماجی، معاشی اور سیاسی جہتیں ہوتی ہیں۔"

— نفاذِ اسلام کا رواں عمل، جسے نامناسب طور پر مغرب کی تقلید میں بنیاد پرستی قرار دینا فیشن بن چکا ہے، ان کے خیال میں ایک عارضی عمل ہے کیونکہ "برِاعظم یورپ اور امریکہ کے مسیحیوں کے تاریخی تجربے نے انھیں اس نتیجے پر پہنچنے میں مدد کی کہ ریاست اور مذہب الگ ہونا چاہیے اور درحقیقت قرونِ وسطیٰ کی مسیحی بنیاد پرستی کے بطن سے سیکولرزم نے جنم لیا" اس لیے پاکستان میں نفاذِ اسلام کا عمل بھی سیکولرزم پر منتج ہوگا۔

— پاکستان کے ماحول میں مسیحی دینیات کی ترسیل کے بارے میں نئی راہیں تلاش کرنے سے مسیحی رہنماؤں کو دلچسپی ہے اور مغرب سے مستعار اندازِ تدریس کو بدلنے کی خواہش موجود ہے۔

— بامعنی بین المذاہب مکالمے کی ضرورت کا شدّت سے احساس پایا جاتا ہے اور مسیحی رہنماؤں پر واضح ہے کہ اب تک اس سمت میں کوئی نمایاں پیش رفت نہیں ہو سکی۔ "کلیسیا کی سماجی تعلیمات کے حوالے سے [مسیحی آبادی کو] اسلام کے بارے میں ہمیں مناسب معلومات فراہم کرنی چاہییں تاکہ مسیحی تنگ نظری کی بجائے اسلام کے بارے میں کھلا ذہن رکھیں کیونکہ اسلام اور مسیحیت میں بہت ساری چیزیں مشترک ہیں اور ہم اسلام سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔"

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مذکورہ بالا اندازِ نظر حقیقت پسندی اور کسی حد تک اپنائیت کے احساس پر مبنی ہے مگر بدقسمتی سے نفاذِ اسلام کے عمل کو اسی رنگین عینک سے دیکھا گیا ہے جس سے دُنیا کے "خودساختہ چودھری" گزشتہ دو دہائیوں سے دیکھ رہے ہیں۔ زیرِ نظر شمارے میں پروفیسر خورشید احمد صاحب کے مقالے میں احیاء و نفاذِ اسلام کو مسلم زاویۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے، گو اس مقالے کے اوّلین مخاطب مغربی دوست ہیں، تاہم وطنِ عزیز میں بین المذاہب مکالمے سے دلچسپی رکھنے والوں کو یہ مقالہ غور و فکر کی بنیاد فراہم کرے گا۔

© rasailojaraid.com